

۱۔ احسان علیہ السلام سے شکر و ثناء اور دعا کے لئے لکھا گیا ہے۔

سبع ہر ایک کی نجات کے واسطے  
نہائی کی دست ہے درجوں ۱۲:۱  
سر سالک

انفصال  
ولاوت مسیح

پیش  
پیرل سید احمد خاں سید احمد خاں سید احمد خاں

نہایت سے جو درجہ کا ہے وہی مسیح پر

مظہور ہے

از حقیقت پاری می پاری پاری پاری

مست مسمیٰ

مست مسمیٰ

کے ساتھ ہے

مست مسمیٰ



## دیباچہ

کیم کو کم کی حد و تعریف ہے بعد اظہار حق کے شاعت پر واقع ہو کہ انہوں نے سیدنا ہذا صاحب پر  
 تفسیر قرآن میں مسیح کی مجرمانہ توہین کا عمل و قانون قدرت کے رو سے مخالفت کی ہے۔ اور سیدنا ہذا صاحب  
 نے ان کے خیالوں کی تائید میں ایک رسالہ نام محمد کاہر و لاہ صبح شہر کیا ہے۔ اس رسالہ میں بائبل اور قرآن کے بیانات  
 صریح قیاس کیا گیا ہے۔ یہ سچ کہ قرآن جیسے اسوہ الیکم پہنچا کر وہ شہادت ہے بلکہ شہادت عدم وجود کے برابر متفق  
 ہوتا اس وجہ سے وہ بحث جو رسالہ محمد کاہر و لاہ صبح میں قرآن سے کی گئی ہے اس سے ہم نے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ اور  
 اس رسالہ کے کئی صفحات میں سے ترچہ صفحوں پر درجی نظر ثانی کی ہے۔ اور باقی ۷۲ صفحے جنہیں قرآن پر بحث و تالیف  
 کی گئی ہیں نظر ثانی کے حق سے چھک کر روک کر کیا ہے۔ کیونکہ اگر اس بحث میں بائبل یا قرآن عاجز رہے تو قرآن کا نہیں سبکا  
 نہیں۔ کیونکہ قرآن کی سب سے زیادہ بات اس سے ہے۔ اس لیے بائبل کو مقدم چھک کر اس بحث کو اسی پر ختم کیا ہے۔ دوسرا ترچہ  
 بحث کو ہر طرف کہنے کا یہ ہے کہ اس میں جو وہی تفسیر علی صاحب نے دی باتیں ہیں پر پیش کی ہیں جو بائبل کی بحث میں  
 کرتے ہیں۔ ناظرین کو وہ ہے کہ رسالہ محمد کاہر و لاہ صبح میں صریح کی صورت نہیں لیکن پڑنے ہی اور سب پر عمل آ رہا  
 کی ہے۔ تفسیر میں جو وہی تفسیر علی صاحب نے تفسیر قرآن میں کیا ہے اس کو صریح نہانے کی کوشش کی ہے۔ نہ جانکر کہ یہ وہی یا نہ  
 قسم کی باتیں ہیں جو ان حضرات کے مخالف تو وہ ہیں مشہور کے اٹھا جواب بی باک ہیں۔ یہ آپ نے جو ابوں سے اور  
 باہر سب ناواقف کے منہ پر لکھی کہ صرف مخالفوں کی مخالفت کی پیروی کیا ہے۔ اور اس صورت میں سیدنا ہذا صاحب

# محکمہ اول

## بحث از قانون قدرت

رواد محاکمہ ولادت سچ ہو یا نہیں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ان واقعات کا جو غیر ممکن الوقوع میں قطعاً انکار کر سکتے ہیں۔ ایسے واقعات کے داخلے آسانی سے ہو سکتے ہیں کسی قسم کی شہادت دیکھی جاوے۔ اور اس پر جرح قوت کی جاوے پس حضرت مسیح کی نسبت جو بعض اسی روایتیں ہیں جو غیر ممکن الوقوع میں وہ تو خواہ اور یوں نے بیان کی ہیں کہ کسی آدمی کو جنم دینے۔ مقدس باپوں نے لکھا ہو یا غیر نہ۔ یہ سبوں نے انکی نسبت در دوسری کرنی نہ مقبول ہی ہے۔ بلکہ سراسر راوا داتی ہے پس سچے وہ عجزات جو غیر ممکن الوقوع میں اور وہ طریقہ انکی ولادت کا جو بیان کیا جاتا ہے جیسے آدم سے نیکر آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا ہم اس سے انکار محض اسی بنا پر کرتے ہیں کہ اس قاعدہ کی نظیر تو ہمین قدرت میں موجود نہیں۔ (اگرچہ از قانون قدرت ہمیشہ موجود نہیں ہوتا و نہ مجازاً مجاز نہ رہے اور وہ خود ہی عادت یا قانون قدرت ہو جائے) ہم قوانین قدرت کو غیر متغیر اور ناقابل تبدل و تحویل مانتے ہیں پھر حضرت ۱۴ برسہ ممتاز علی صاحب اپنا غرض بیان کرتے ہیں کہ ہمارا اپنا غرض مسیح کی ولادت خلاف عادت پر یہ ہے کہ اس طرح کا طرہ قدرت پر انکی خلاف قانون قدرت انسانی ہے اور اسکی نظیر عالم قدرت میں موجود نہیں اور پس۔ اور یہی دلیل اس بات کی ہے کہ ولادت سچ بطور معمولی ہوئی تھی۔

وانع برکاتہ تقدیر علی تاریخ مکرر کرتی اور اسے انکی نوازیوں سے بھی ادنیٰ ہر انکی سے مسیح کی نہ صرف پیدائش بلکہ اسکی کل زندگی کو باطل ہر انکی سے کیونکہ وہ زندگی انسان کی قدرتی زندگی کے خلاف تھی۔ مگر یہ بات وہ لوگ نہ کہہ سکے جنہوں نے اس زندگی کو عیش خود دیکھا ہم اس فقرہ کو تاریخ یا نبیل کے برخلاف رہے تو ہی دلیل سمجھتے ہیں۔ اور اگر ہمارے نزدیک یہی قوانین قدرت دائم و قائم ہیں تو ہمیں اس بات میں پورا پورا کلام ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ تقدیر اپنے عیب کی ہے۔



اول۔ اعجاز قوانین قدرت کے لئے ہماری اول دلیل یہ ہے کہ جو کچھ خالق اور تو انہیں قدرت کے  
 شے کی قدرت سے پیدا نہیں۔ اس کے لئے ناممکن نہیں کہ قوانین قدرت کا نہ توڑے۔ وہ واقعات جو غیر ممکن قوانین  
 ہی جاتی ہیں اس کے لئے ناممکن نہیں ہیں۔ ان اگر کوئی ایسا اعلیٰ مطلب ہو کہ جو قوانین قدرت کو پایہ اور کہنے کی  
 نسبت مفید تر ہے تو قوانین قدرت اکی مرضی کی مزاحمت نہیں ہو سکتے۔ اور ان نامتقول خیال کوں کر سکتا ہے کہ  
 خداوند تعالیٰ انتظام نیچے بے بس ہو گیا ہے حتیٰ کہ یہ جو خدا کی قسمت ہو چکا ہے (فلا سفیر منہ فی الہی خدا  
 سبحانہ تعالیٰ) نہیں۔ قوانین کائنات اس کے برابر یا اس سے انتظام ہے۔ اشیاء اور قواعد جو اس کی مرضی کے خداوندگار  
 ہیں۔ ان کے جو خدا سے آزاد ہوتی رہتی ہے۔ تو خدا کا اس میں دخل دینا بجا ہی نہیں ناممکن ہو گا!! اور اس  
 حال میں جو یوں سے ہمارا سوال ہے کہ اپنے خدا کا نام بتاویں یکین خدا کے اس کے قوانین جو قابل تبدیل نہیں ہیں۔  
 ان کا یہ زور ان پر ہے۔ انسان میں یہ مقدور نہیں کہ ان قوانین کو توڑے یا تبدیل کرے۔ اس کو جو  
 مانے پڑتے ہیں۔ مگر خدا جسے انہیں مقرر کیا قادر ہے کہ اپنی مرضی کے موافق انہیں انتظام دیوے پس قوانین  
 قدرت کا غیر متغیر اور قابل تبدیل ہونا غلط ہے۔ وہ یہ نتیجہ ان بنی زور کی کمزوری بنا ہے ورنہ ایسا خیال  
 کیا جاتا۔

مہربان اس کے ساتھ اس بات کو جانیں کہ قوانین اخلاقیہ کا جو میں کیا تقدیر ہے۔ اور معلوم کریں کہ  
 قوانین قدرت ان قوانین کی خدا گزاری کے لئے ہیں۔ اور اگر حق تعالیٰ اکثر ہی طبع و قیاس میں لاتا ہے کہ  
 اخلاقی بنیاد کے لئے جس حالتی قوانین تشریف فرما ہیں۔ قوم کو ملکر ایسے بے پروا ہو کر قوانین قدرت کو قابل تبدیل  
 کر سکتے ہیں۔ مگر تو انہیں اخلاقی کو آزاد دل پر پور اثر اور شکست کرنا ضرور ہو۔ اور خداوند کریم بلحاظ قوانین  
 اخلاقیہ کے اور ان کی خاطر قوانین قدرت کو بدلتا رہتا ہے کہ اس میں کوئی کمی نہ ہو۔ اور یہ  
 کیونکہ تو انہیں ہے پس قوانین قدرت کا قابل تبدیل ہونا صحیح ہے۔ اور اس کا قابل تبدیل ہونا ناممکن  
 ضروری ہے۔ ۴

حاشیہ: ۱۔ اسی نام و ذکر تشریف فرما ہے۔ ایچ۔ آ۔ اے۔ میں۔ عظیم قدرت و بانی کے جوہر میں سے ہے۔







کسی طرح نہیں۔

سوم۔ قوانین قدرت کا ان کو تفسیر ہونا کہاں سے معلوم ہوا۔ تجربہ سے یا تجربہ پسینی شہادت سے یا اور ہے کہ  
سب کا تجربہ کچھ نہیں۔ کیونکہ بعضوں کے تجربے میں آیا ہے کہ قوانین قدرت کے تبدیل ہونے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے تجربہ کا  
اعتبار نہیں۔ وہ اس امر قابل پذیرائی نہیں۔ کیونکہ وہ قوانین قدرت کے خلاف کہتے ہیں۔ یہ تو ایک تذبذب نہیں  
پر کر لوں گے۔ کیونکہ ان قانونوں کا تجربہ منظر اور اپنا منظر کیا جاتا ہے؟ جس حال کو انہیں تبدیلی کا تجربہ حاصل کرنے کا  
وہی ہی موقعہ تھا جیسا کہ انہیں لازمی تبدیلی کا ہے۔ اسلئے ان قانون کے تجربہ سے قطعاً انکار کرنے میں کس اور قائل چاہیے کیونکہ  
منظر انہیں ہو سکتا ہے اور یہ بد دلی سے حال میں جبکہ قوانین قدرت کا تفسیر ہونا ایک ظاہر اور ہوا۔ کہ نہیں میں آؤں۔

ہم انسان کی پیداویش میں کائناتوں میں نظر کر کے اس میں کئی ایک تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔

پس ان سوال ہے کہ آیا قانون پیداویش میں یہ صرف نیکیاں ہیں کہ خیر و شر کے کوئی پیداوہ ہے۔  
اور جو خلاف حالت ہو گا۔ یا کاسی قانون میں ان قدر وضاحت ہے کہ جو اس قانون میں قسم قسم کی تبدیلیاں ظاہر  
کیا کریں۔ اس میں کہہ کر باوجود ان دونوں سے کچھ بھی پیدا ہو گا جس قسم کے متعلق ہے۔ مثال تبدیلی قانون پیداویش  
یہ شہاد ہو گا۔ عدم تولید کی سبب سے کچھ بھی پیدا ہو گا۔ اس کی حاجت نہیں کیونکہ کچھ کسی نے شرفیت سے شہاد  
تولید جاری تھا تو حقیقت مذکورہ کو ملان ملا کر اس میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس سے معلوم ہو گا کہ  
جس طرح ایک جسمی حالت میں باپ سے پیدا ہوتا قانون قدرت ہے تو ناقص یا کسکی اور حالت میں پیدا ہوتا ہے  
قانون قدرت ہے۔ اسلئے قانون کے برخلاف ہے اور وہی قانون قدرت کسی اور جگہ سے بدل جاتا ہے۔ غرض کہ باپ  
پیدا ہوتا مادہ کھینچتے ہیں۔ اور اگر یہ تبدیلی نہیں تو تبدیلی اور کس کو کہیں۔ یہ کہ ایک اور شہادی دفعہ اس قانون میں  
ہو جے۔ کہیں پیدا ہوتے ہوتے یہی پیدا ہوتے ہیں۔ مادہ پیدا ہوتے ہوتے کوئی لنگڑا اور کوئی پارہ پیدا ہوتا ہے  
اس سے ہوتے ہوئے کوئی شاہ اور لے گا یا اور ہوتا ہے۔ کہ وہ اس میں رنگارنگی کا ایک قطع ہوتی ہے۔  
اسی طرح دیگر اور بتایا اس کا پیدا ہونا قانون قدرت میں داخل ہے اسی طرح آئندہ اور آئندہ اور ایسا چھوٹا  
ہو جے یا نہیں۔ اگر کہہ جاؤ کہ کشت و خون میں اس کو اس طرح پیدا ہوتے ہیں تو ہر ایک قانون میں جو



تقریباً قابل ہی نہیں ہے کہ سر تبدیلی کو کر دیتے ہوئی یا کھنٹی ہے ہر ایک اور دفعہ قانون پیدائش میں یہ سب کو  
مرد تو پیدا ہوئے تو یہ نامہ کو مکرر آجاتے ہیں کو کھار دکنی یا رحم کا قصور ہو جاتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ جب اور  
سبب پیدا ہوا ہو تو ایک چیز میں تبدیلی کر کے کیا ہے؟ مثلاً اس امر کی کوئی اور کھنٹی قانون ہوگا۔ مرنہ  
تبدیلی صحیح ہے کیا جو صیاب جاتی ہے کرتی ہے؟ اگرچہ میں ایسی تبدیلی مرضی ہے تو اس کے قوانین کو لا بد کی ہیں  
کہا جاتا ہے اور اگرچہ میں فی الحقیقت ایسی مرضی ہے تو یہی چیزیں خدا ہے نہ اور نہیں وہ سلسلہ ہوگا جسے ہم موت  
کہا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان تبدیلیوں کی نسبت یہ کہیں کہ کسی قصور و فتور کے سبب وقوع میں نہیں آتیں یہ اس لیے کہ سلسلہ  
قوی میں خدا کی قدرت کے نام طرح طرح سے ہوتے ہیں تو پرشل انسان ہو جاتی ہے پس اس طرح صحیح کی پیدائش کو  
سلسلہ تولیداتی میں ایک اعلیٰ تبدیلی سمجھو۔ اور ان باتوں کے لحاظ سمجھیں کہ پیدائش کو خلاف قانون قدرت  
کہہ کر غلط ٹھہرانا غلط ہے کیونکہ صریح تصریح بنکندہ خدا کی قدرت سے ظہور میں آتے ہیں یہ صریح اس قدرت کا  
ظہور صریح کے بن باطن پیدا ہونے میں ہے۔ اور یہ صریح غیر باب کے یہ نہیں ہوا۔ اس کا اپنا خدا ہے نہ خدا کا  
باب نہ ہوا اور جسمانی باب کے بجائے قدرت جسم بنانا ممکن نہیں ہے۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ کوئی اقرار فرماتی ہے  
تو یہ کہ جسے خدا کی قدرت سے پیدا ہوا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قانون قدرت خدا کی  
قدرت سے اعلیٰ مخلوق اور قدرت ہی لطیف دہاں یہ عجیب قانون میں جنہوں نے بنائے کلام سخت کیا ہے۔ اگر  
فی الواقع اس میں نہیں ہے کہ کون کونسا قانون تولید قابل تبدیلی ہے۔ یہ امر نہ اندازہ ہو  
نیز اور یہی وجہ ہے کہ ان کی دیا اور کور گذشتہ سال ہی کا ذکر ہے اور اس کا تعلق اس قانون قدرت کے  
موافق بنانا جو قانون ہے یہاں کے موافق۔ مگر تھے یہاں نے خوشامالی اور ہمدستی میں کہیں غلط اور قانون  
صحت کو تو یہ وہی ہیں ان قانون قدرت میں کہ نہیں کش نبوی ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ صریح اور صریح اول خدا ہے۔  
پس ان میں کوئی کمالی اور ان کے درجہ سے سال حاکم کون کرنا ہے اور کہیں کہانی قائم نہیں رہی ہے  
کہ ہر سال بارش ہو کرے۔ اس کا کافی جواب یہ ہے کہ صریح خدا ہونا چاہتا ہے اسی طرح ہونا ہے۔ اور  
کہ قانون قدرت اپنے آپ میں کوئی اور ضرورت سے بند ہے جو اس میں اور کئی شے کو نہیں جانتے۔ اس کے



ایسی تبدیلیاں ہونا چاہئے کہ اگر کسی میں کوئی نیا قانون یا اصول آتا ہے تو یہ سب سے پہلے اس کے لئے قانون کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی نیا قانون یا اصول آتا ہے تو یہ سب سے پہلے اس کے لئے قانون کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی نیا قانون یا اصول آتا ہے تو یہ سب سے پہلے اس کے لئے قانون کی ضرورت ہے۔

چهارم۔ ہر قسم اعجاز قوانین قدرت خدا کی قدرت مطلق اور نظامت کا اعلیٰ ظهور ہے۔ ایسے واقعات قدیم اور حال کے وہ شہادتیں ہیں جو نیچری ان کنوینشنیں جو ہرے عظیمہ خدا کے قادر مطلق اور منظم کی ضرورتی عیاں بدون اس اعجاز کے روکنے پر اور یہ فلسفہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ قوانین جو بلا تبدیل ہے سبیا سب یکہ ہوتے ہیں۔ اعجاز قوانین فطرت نظامت الہی کا وہ لازمی طریق ہے جس سے وہ ان کے حق و کو کو بطریق اولی پیدا کرتا اور اپنا خوف اور پراساں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ پکار کر یہ مطلب پورا کر سکی نسبت اعجاز قوانین جو ان کے لئے ناقابل تبدیل ہیں زیادہ تر ٹوٹتے ہیں۔ وہ بکھرا نہیں ہو کا سببنا یا بادل کی گرج معلوم ہوتی اور ہیں۔ اور یہ عیاں آبد نہ ہوتا۔ لیکن جب غیر متغیر قانون کو عاجز کر دکھایا۔ تو یہ سب سے قوی ثبوت اسکی حاضر ناظر نظامت کا ہے۔ اور اس سے ہر یکہ یہ کہ جب ان کو ان کے ذریعہ اعجاز قوانین دکھاؤ تو ان میں وہ نیز ہوتی جو اگر خدا خود اپنے طریق پر دکھاوے۔ تو ہی متقدم ہوتی۔ اور یہ بات نیچری تاریخ اور ادبی تاریخ کا مستحکم کرنے سے خوب واضح ہوتی ہے۔ علی نہ اسکی قدرت مطلق ہی اعجاز قوانین ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ نہ اسکی لامتناہی ہے۔ اور یہ صریح اور باتیں ثابت ہوتی ہیں جو خالق ان کے ظاہر کا جانتا ہے۔ یہ یہ اسلئے کہ اگر وہ قانون فطرت ان میں مری کا کارنا ہے۔ جیسا کہ ہے کہ خالق کو مانے یا نہ مانے اس کے حکام کا مشورہ ہے یا نہ ہوتے تو اس مرضی کو اپنی طرف مائل کر کے اسلئے اعجاز قوانین قدرت اس سے محبت کل کی محبت کا ظهور ہے۔



ایسی قومیں اور آدھوٹے تو نہیں قدیمت کو ایسا ہی لا تبدیل سمجھ کر خدا کو دنیا سے خارج کر دیتا تھا۔ اسے  
پیلے مانگ گویں غلام غریبے بی خرم خدا کا احتمال نہ کیا اور ہوا اور پانی وغیرہ کی کو وہ سمجھا جو کچھ خدا ہے  
اور غلبا تو یہ ہے کہ ہم غفل کے نقلی خزانوں اور خصوصاً اس کے پیشوا مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر کو ویسی  
سی نقلی کا سرگروہ پاویں۔ تب یہ جو کہ اپنی طرف دنیا کے عقاید صحیحہ اور اکمل میں پوری پوری اصلاح کر لینگے  
مغرب آسمانی کہہ رہا ہے کہ تو اس نظر ناقابل تبدیل ہیں۔ اس سے صاحبو بنیہ اصلاح نہ ہوگی لیکن پیرانہ پر گویا ہم  
اسنا عمل کو ختم کیا باطل جاتے ہیں ایسے مصلح بہیروں کے سپس میں پہاڑ نے واغے بہیڑے ہیں۔

## مجاہد دوم

## بحث عقلی

[illegible]



فرض کیا جاوے تو اول اس بات پر غور کرنی ہوگی کہ بن باب کے پیدا کرنے میں حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے۔ پس دیکھتا  
جو مخلوق عادت یا فوق الفطرت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اسے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہے یا اس کا  
دفع بطور معجزہ مانا جاوے۔

(۱) جبکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم کو بے ادبے باب کے پیدا کیا تھا۔ تو حضرت جیسے کہ صرف  
بے باب پیدا کرنے میں اس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا۔

واضح ہو کہ مسیح کی پیدائش پیدائش حکمت الہی اور اظہار قدرت مطلق سے خالی نہ تھی بلکہ اگر حضرت  
آدم کی پیدائش کا کچھ لحاظ ہے۔ اور اس سے سبک دیکھنے کا کچھ خیال ہے تو معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی میں زنون  
پیدائش تغیر ہوا تھا۔ اول آدم کوٹی سے پیدا کیا۔ پھر حوا کو بغیر باب کے صرف آدم سے پیدا کیا۔ اور پھر تین کو اول  
باب سے پیدا کیا۔ تو کیا علی پیدائش میں قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا۔ جو بہ صرف آدم سے پیدا کیا۔ اور پھر مرد اور عورت  
سے۔ اور چونکہ مسیح کی پیدائش ہرگز پیدائش مذکورہ سے فرق کہتی ہے۔ کہ بغیر باب کے پیدا ہونے کو کہہ سکتے  
قدرت مطلق کا اور یہی زیادہ اظہار ہوا۔ بے شک ہوا۔

(۲) اگرچہ خیال کیا جاوے کہ صرف باب سے پیدا کرنا دوسری طرح اظہار قدرت کاملہ  
یہی صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر بین اور ایسا ظاہر ہونا چاہیے کہ حق پرست  
شبیہ نہ رہے۔ بن باب کے مولود ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جسکی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اظہار قدرت  
کاملہ کے لئے کیا گیا ہے۔

اس سے یہ بات حاصل ہے کہ معجزات مسیح ایسے امور بین اور ظاہر تھے۔ کہ  
کوئی شبہ نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اظہار قدرت مطلق کے تفرق اور ظاہر توت تھے۔ نہ اظہار  
پیدائش مسیح میں سو معلوم ہو کہ اس امر کا اظہار اسکی زندگی ہے۔ اس امر کا ظاہر انجیل میں  
ہو سکتا کہ یہ شہادت اور کوئی نفاذ اس اعجاز مخفی کا ایسا اظہار نہیں کسی اسکی زندگی ہے۔ یہ  
کی کامل اور پاک زندگی کی کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔ ہوائے اسکے کہ وہ ذاتی سلسلہ توحید کے



نہ ہوا کیونکہ ذاتی پیدا شدہ انسان زندگی پیدا کرتا ہے اور نہ اس کا دل میں ایسا انداز ہوتا ہے جس کے لئے اسکی زندگی کو دیکھو۔ تو  
کچھ شبہ نہ رہے گا۔ کہ یہ اظہار قدرت کا طرہ ہے۔

(۲) بطریق اعجاز حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر مجروحہ کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔ مجروحہ مقابلہ  
سنگین نبوت صادق ہوتا ہے۔ قبل ولادت مسیح بلکہ ادا جانے نبوت یا الوہیت کوئی شخص سنگین نہیں ہو سکتا تھا یہ  
مجروحہ کو نہ کر کہا جاسکتا ہے۔ علاوہ اسکے جبکہ انکی ولادت مسیح اسی طرح برآت ہوئی جو طرح کے عموماً بچوں کی ہوتی  
ہے۔ کہ نو ماہ تک حمل میں رہے۔ اور ہر وقت ولادت حضرت مریم پر وہ حالت طاری ہوئی جو عموماً عورت پر  
بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتی ہے۔ تو کچھ طرح اعجاز انکے پیدا ہونے کا کیونکہ احتمال نہیں ہو سکتا۔

مسیح کا بن باپ کے پیدا ہونا سنگین کو قائل کر سکے لئے مجروحہ نہ تھا۔ لیکن یہ مجروحہ مسیح کے ذاتی  
فائدہ اور نالیت کے لئے خدا نے اسکی برکت میں دکھایا۔ اس اعجاز سے مسیح کو اس کام میں لائیں کہ جسکے  
کرنے کو وہ پہنچ گئے تھے۔ یعنی پاک پیدا کر سکے لئے تدبیر قانون ولادت اخیر سے تیار کیا گیا۔ اور نیز اسلئے کہ ذات  
اسی اس پاک ذات میں خاص طور سے سکونت کرے۔ تاکہ مسیح اس طور سے عیاں ہو کہ وہ سب کام جو خدا نے  
اسے سوچے کر سکے لئے خدا کی تدبیر ہوئے۔ اور یہی سبب ہے کہ مسیح نے کبھی اس مجروحہ کو سنگین نہ بنے۔ بخلاف  
نبوت نبوت کے لئے پیش نہ کیا۔ لیکن اپنے زندگی کے کاموں کی طرف رجوع دلایا۔ یعنی وہ مجروحہ جو رنگ و بھیر  
پختہ تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے۔

اس بحث کے بعد جو صفوہ ۱۶ پر سوہی تھا مذکور علی صاحب ہی ساٹ اور اپنی طرف سے پیش کر کے مولوی محمد حسن  
صاحب سے۔ اور انکے سب بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ ان کو چھٹا نہ بنے کیا نتیجہ نکلتا ہے اگر میں تاریخی  
استیقات کسی۔ بڑا شخص کی نسبت استقامت اور معلوم نہ ہو تو کوئی بہترین اس کے باپ کے متعلق کرنے میں کہہ  
سکتا ہے وہ نکلتا ہے۔ پھر میں حضرت مسیح کے باپ میں سنگین کے جہات میں بن و بن۔ اور وہ جو سب  
دیکھ گئے جاتے ہیں۔

(۱) مسیح بن تھانوں کی طرح کیا بنایا ہوا۔



(۱) مريم صديقہ آكي والدہ تھی۔

بہر دونوں امور شیک سچ کی ان بات کہ شہور میں کہہ دیا کہ یوحنا ہی نہیں۔ جسے مزید طلب

ہیں۔

(۲) یوسف مريم کا شوہر تھا۔ یا فرض کرو کہ مريم یوسف کی نسویشی۔

یوسف کی شکوہ ہونے سے پہلے حاملہ تھی۔ مریں میں یوسف کا شوہر ہونا ثابت ہے۔

(۳) یوسف کے ہوائے مريم کا کسی اور آدمی کسی قسم کا تعلق ثابت نہیں۔

بچا ہے۔ اور یہ بحث میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھا جائیے۔ کہ مريم کا شوہر اس بات کو پیش نظر رکھ

مريم یوسف کی شکوہ ہونے سے پہلے حاملہ پائی تھی پس تو حل کہاں سے آیا؟ اس حال میں اس بات کا محسوس جواب یہی

ہے کہ خدا کی قدرت ہے۔

(۴) یوسف مريم شیک کی پرورش لگی۔

دفعہ کہ اصل بات جو مریں تھی مریں پرورش سے پہلے ہو چکی تھی۔ یہ تو بدیش سے بد کی کیفیت

ہے اور نقطہ پرورش تھی پرورش کی اصل نہیں ہے۔ اور یہ کہ مریں کے شوہر کی پرورش تھی جو چوتھی ہے۔ ہم ان

کہاں سے یہ باتیں دیکھتے ہیں۔ مریں میں اس بات سے بھی جو حقیقی بات ہونے سے خارج ہے۔ اور غلامہ اسکا نام

ہے یوسف نے اکی پرورش نہ کئے کہ اس کی جان۔ یہ تھی جو وہ اس بات سے انکار ہی نہ کرے

(۵) یہ غلط ہے اس بات سے کہ یوسف نے مريم سے شیک کر کے اسکا ریا تو مریں سے انکار کیا ہے

اس جہاں کی خستہ مريم ہو گئی کہ یوسف نے اسکی (کہاں) تیار کیا تو یہ میرا بیٹا ہے پس مریں تو

سے تمام کائنات چاہتے ہیں۔ اور اسکا ریا کیا ہے۔ مریں (۱۹) یوسف مريم کے حل ہی سے اسکا ریا اور اس جہاں

اسکو چھوڑ دینے پر آمادہ ہوا تھا۔ اور یوسف میں نہ کہ جب مریں طلاق کا خیال نہ کرنا۔

(۶) یہ بات کہ مريم کو شیک نے اسکی مریں میں اسکا ریا کر کے اسکا ریا اور اس جہاں

ان کا جواب ہے۔



یہی کہہ کر ایل نہیں کہ نہ عوام کے نصیبن باپ کے یہ اچھا دو کھو خالصا جب کی دلیل میری اور یوسف  
کا بیٹا ہونا دونوں کی کمال تھی اور مجھے لیکن عوام نے اس خیال سے لکھی کوئی بن باپ پیدا نہیں ہوتا سمجھ لیا کہ وہ  
یوسف کا بیٹا تھا مگر جب سچ نے عوام کے ہڈی اور میں دست اندازی کی اور درکار کا بن اور بزرگ لوگ انکے دشمن  
ہو گئے تب عوام انکو کھانا جاتے تھے۔ یاد رہے کہ عوام کا پیلا علم تحقیقی تھا لیکن دوسرا علم تحقیقی تھا اسی سبب ہے  
کہ ان عوام میں سے بیروں نے اس تحقیقی علم کا چرچا پیدا یا پس آپ کے یہ عقائد اور یہی یوسف کو سچ کا پتہ نہیں  
مکرتے۔ اور ہم کامل خدا ہی کے ذمے لگتا ہے۔

مخاکمہ سوم

## بحث نقلی از انجیل مقدس

اسلام کو کہہ سکتا تھا کہ ولادت مسیح میں یہ نقلی بحث صفحہ ۱۸ سے شروع ہو سکے صفحہ ۵۲ پر ختم ہوئی ہے۔ مگر  
اسیں جانتا تھا قرآن سے یہی حوالے دیئے گئے ہیں۔ یوم نے انکو اس نظر ثانی سے ناجائز کہا ہے۔ اور صرف انہیں پر اس  
بحث کو ختم کیا ہے کیونکہ اس رسالہ میں قرآن پر تلخیص بحث کی گئی ہے جس کے جواب دینے کے کم وقتہ ذرا نہیں ہیں۔ اور  
ہم اس بحث کو دفعات پر تقسیم کر رہے ہیں تاکہ ہر ایک بات جو اس بحث میں موجود ہے ان کی طرف سے پیش ہوئی صاف صاف  
اسلام پر جواب دے کہ کیا ہے۔

و فی سلسلہ اسرار بیان ہوا ہے کہ فرشتہ کا تہیج کہ نظر آنا اور محکام ہونا صرف ایک دم و خیال تہیج اور  
صفت میں کوئی فرشتہ نہ آیا تا کہ گویا ایک کلمہ پر مبنی تھیج کہ تہیج ہوا ۲۲ و ۲۳

— 22 —

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين



دفعہ ۲۰۔ سچ کو خدا کا کیا کھنڈ اور دیں تے یونانیوں کے محاورہ سے سیکھا چوائے بزرگوں کو اس

تیب سے پکارتے تھے۔ صفحہ ۲۹۔

دفعہ ۲۱۔ حضرت مریم کی سنگینی اور کھلج ایک ہی بات تھی۔ ان میں کچھ فرق نہ تھا۔ گویا صاحب کے

نہ بیکوئی دیا ہے۔ سنا سنا ہے دے گئے ہیں۔ صفحہ ۲۱ و ۲۲ و ۲۳۔

دفعہ ۲۲۔ شوق باتوں کا بیان۔ صفحہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹۔

دفعہ ۲۳۔ سیماہ جی کی نبوت کنواری کے عالم سونکی مسیح کے حق میں نہ تھی۔ اور کنواری کے

مٹے رہا کنواری کے ہیں۔ صفحہ ۲۹ و ۳۰۔

اس بحث کو غور سے پڑھ کر ہم نے یہ باتیں پائیں جن پر بحث زور لگایا گیا ہے۔ مگر ایک ساتھ ہیں ایک

یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ واقعات کے برخلاف خیال سے خوب کام لیا ہے۔ اور آرٹ ریٹری صاحب کی

کتاب تاریخ آف جیزس جی کی کتاب کو اپنی کتاب کا گویا متن رکھا ہے۔ جو کہ ایک مخالف کتاب ہے۔ مگر ہمارے

پرووں کے پوری ہو سکا سامان ہے۔

دفعہ ۲۴۔ اس امر کا بیان ہوا ہے کہ فرشتہ کا مریم کو نظر آنا اور کلام ہونا صرف ایک دم خیال تھا۔

درحقیقت میں کوئی فرشتہ نہ آیا تھا۔ مگر یہ سب کچھ مریم کے تخیل کا نتیجہ تھا۔ صفحہ ۲۱ و ۲۲۔

یہودی تہذیبی صاحب سید صاحب کی تقریریں خوب کر رہے ہیں۔ تمام یہودی تہذیب کے کہتے تھے۔ کہ ان

میں ایک مسیح پیدا ہوا۔ جو یوں کی بادشاہت کو یہ قائم کرے گا۔ اسلئے یہودی اور یہودی عورتیں بیٹے

ہونے کی نہایت آرزو کرتی تھیں۔ اور دعائیں مانگتی تھیں اور دعاؤں کرتی تھیں۔ وہ شخص ہمارا ہی پیدا ہو۔ یہ

حالتوں میں انکا اس قسم کی خواہش کا دیکھنا یا بنیوں نے دے کی آواز نہ کھانسیا یا تنہا کسی کسی مجسمے کا کہانی

پیدا کیا۔ اس لئے ان فی واقعہ یہ تھا۔ اس تہذیبی صاحب اس تقریر کے تاثر میں یوں لکھتے ہیں

حضرت مریم جب وہ عبادت میں تھیں تو انکی آنکھوں میں ایک ایسی صورت بندہ گئی۔ کہ گویا کوئی

فرشتہ سامنے کھڑا ہے۔ اور اس چیز کی بشارت دے رہا ہے۔ یہی انکوت سے تھا۔ ان کی حشر باصرہ



سادہ نے وہ ہو کیا کیا اور انہوں نے تحقیقی آدمی جانکر ان سے سوال کیا اور جو ان کے دل میں خیال تھا وہی بطور جواب سمجھ کر ان کے سامنے اس طرح متعین باصرہ اور سادہ کا غلطی کرنا ایک معمولی بات ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

[illegible]

ماہنامہ ہم نے دیکھا تھا کہ ان لوگوں کی خوش قسمتیاں کتنی کم ہیں۔ ان کی زندگیوں میں کتنی کم خوشیاں ہیں۔ ان کی زندگیوں میں کتنی کم خوشیاں ہیں۔

منازل و قریب ہی ہو کر کیا کیا تھیم اور کیا کیا ہوئے غرضتہا نہ پوچھو یہ علم ہر ایک کے پاس اس کی طرف سے ہو کر کیا کیا نہیں ہوا۔

جوابی

واضح ہے کہ یہ سب کچھ غریبوں کے لئے ہے۔ خداوندی کے ہر عارف و سید شہین پائے گا کہ انوں نے طرقات اول تبدیل میں دیکھیں۔

ہے اور ان کی کہ نہ تو حق باوجود ہے نہ سچا و صادق۔ ہوتا نہیں مخلوق کے خلاف یہ غلطی کرنے والے اور جو کہ اپنے دلیہ کیا اور کس

سہ خواتین کی بے کھینچ توجہ اور غلط فہمی ہے اور ایک عملی بات ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو

سازمان ماضی بر آزار نہیں ہو کر رہتا ہے اگر وہ اس سے بڑا کہے تو یہ بھی کہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑا کہے جس سے اگر آپ کہیں ہوں کہ

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے کہ اس غلو کو کسے ہے۔ خدا نے اعلان کیا ہے کہ کوئی رجسٹر نہیں ہے کہ کوئی ایسی کتاب دیکھتا ہے۔

میں نے کہا کہ میں اس کے لئے کوئی اور نام نہیں چاہتا تھا۔ یہ میری پہلی کتاب ہے، اور نہ تو یہ کسی قوم کی

میں نے اس کی طرف سے یہ خیال کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس وجہ سے جو کہ میرا کھانا کھانا ہے، اس میں کچھ نہیں ہے۔

ہر مصلحتی میں کہتے تھے حکمران کبھی کسی کا بچہ نہ بنو گا جو کہ اس کی دشمنی سے غمزدہ ہو جائے۔ اور آپ کا یہ بیان

۱۰۰۔ یہ سب کچھ اس نے بہت ہی سہولت سے کیا۔ وہ اپنے عقیدے کی ابتداء میں کچھ شہید کر چکا تھا۔

۱۰۔ اے ایچ، مجھے جو شخص نے غلطی کی ہے وہ مجھے بتائے۔ وہ کوئی غلطی نہیں کرتا جس پر اسلام ہے کہ ہر کسی کی غلطی کرے تو یہ تیرے ساتھ ہے کہ غلط

وہاں سے آئے تو وہاں کوئی اور ممبر جماعتی نہیں مل سکا۔ یہاں پر ایک کھانا کھا کر پھر وہاں سے چلا آئے۔

[illegible]

میرا کہ : ایک پختہ میں غلام سے بڑا، عورت کے آگے اس میں غلام سے بڑا، اور ایک

منبر اول و ثانیہ: یہ تین خیمہ درختی محلہ: خانہ سبزی و میوہ من



اس بیان سے چنانچہ ان صاحبوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ یہاں جانتی رہی ہیں واقعہ پر ایمان نہ خواہیجی۔  
 چند باتوں پر غور کرنے سے تقریباً ایک خاموشی اور غلوں جنہاں بدلائل کے برخلاف یا ترویج دلائل پر  
 ہو سکتی ہے مگر ہم اور خیال کے برخلاف نہیں جانتے کیا وہ تمسک کریں۔ اس لئے اس دم کو دیکھوں ہی سے پرہیز کریں۔  
 اور جب نامہ ہونی مسیح بادشاہ کے متنازع ہے تو اس کے ساتھ وہ یہ بتی جانتے تھے اور امید تھی کہ مسیح  
 فرادہ کے گمانے سے پیدا ہو گا پس جب کہ یہ بات ہی معلوم تھی تو نامہ ہونی کی کس و کس نہاد اور وہیں ہر کس  
 جہاں آلائی ہو تو وہ کی اولاد ہے۔ (۲) انکو یہ علم ہی تھا کہ مسیح بیت لحم میں پیدا ہو گا تو اس سے ظاہر ہے کہ  
 کل یہودی پرہیزگہ کے اس بات کی آواز نہ کر سکتے تھے مگر صرف وہ جو یہ نام میں تو وہ کی پہل سے تھے۔ اور ہم تو انہوں  
 کی رہنے والی تھی۔ درحقیقت کہ اس بات کے علاوہ ان لوگوں کے خود گمان کے کوئی کامیاب تھا کہ نصرت سے کوئی بھی  
 چیز نہیں نکل سکتی۔ یعنی یہ کہنے اور دینی مانوئے مسیح بادشاہ کا نام نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہی وضاحت: ۵۴۔  
 ان سے یہ بڑا بڑا کوئی خود نصرت کے مانوئے یہ کی قسم دینے والے اور کسا و عوی کے شہر جہون اسرائیل  
 بنے کہ کیا یہ یہوسف کا بیٹا نہیں تھا کی نامہ ہونی؟ جس سے وہی بڑے میں ان مسیح بادشاہ اس لائی تھی کہ اس کے گھر  
 پیدا ہو یہ یہ تو غریب سخی میں انکو ہم جانتے تھے یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ وہی اسی حالتوں میں رہتی تھی مسیح سرور کی  
 مانوئی خیال کر سکتی۔

یہ وہی ہے کہ ان لوگوں کی حالت تھی کہ کسی کے لئے یہ ایک عجیب و غریب بات تھی کہ وہ  
 یہ کہ وہ خود نصرت کے مانوئے یہ کی قسم دینے والے اور کسا و عوی کے شہر جہون اسرائیل  
 بنے کہ کیا یہ یہوسف کا بیٹا نہیں تھا کی نامہ ہونی؟ جس سے وہی بڑے میں ان مسیح بادشاہ اس لائی تھی کہ اس کے گھر  
 پیدا ہو یہ یہ تو غریب سخی میں انکو ہم جانتے تھے یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ وہی اسی حالتوں میں رہتی تھی مسیح سرور کی  
 مانوئی خیال کر سکتی۔







وہی کہی کہ یہ پاپاں میں ہے یا باپاں کی طرف سے یہ ہے یا باپاں کی طرف سے یہ ہے  
 بن پاپ کے پیدا ہوئے ہیں کہ انہیں لانا وہی درود پر ایم ہے یہ مذکور پائے ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے لیے عیب ہے  
 انکو تو وہی کہی ہے تو وہی پاپاں کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 ہو سکتی۔

وہی کہی کہ یہ پاپاں میں ہیں جو سنا جبر عورت و بے مروت اور اس کے گمراہ کا حال ایسا نہ ہو کہ سچ کو فریاد  
 دل تو کہتی تھی و خود اور لاؤ و خود تھی تو جی اس کے پیچھے اس کا حال دانا تو پاپاں کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 معروف و نامعلوم نہیں لیکن یہ بات کہی ہے کہ ان کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 سے خارج نہیں کرتا کہ اگرچہ دنیا میں عورت کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 خود کی نسل بولنے سے خارج نہیں۔ اس لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے

وہی کہی کہ یہ پاپاں میں ہیں جو سنا جبر عورت و بے مروت اور اس کے گمراہ کا حال ایسا نہ ہو کہ سچ کو فریاد  
 دل تو کہتی تھی و خود اور لاؤ و خود تھی تو جی اس کے پیچھے اس کا حال دانا تو پاپاں کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 معروف و نامعلوم نہیں لیکن یہ بات کہی ہے کہ ان کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 سے خارج نہیں کرتا کہ اگرچہ دنیا میں عورت کے لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے  
 خود کی نسل بولنے سے خارج نہیں۔ اس لیے یہ بات خطبات کے لیے کہی ہوئی ہے کہ میں نے اس طرف سے نسبت دیکھی ہے





بسم اللہ الرحمن الرحیم

جن آیات مذکورہ بالا سے محض جو سچ کا پیر یوسف کو ثابت ہوا وہ ایسی فریخت یا تیریں کہ تیرا دل و  
تاویل کے کسی مانع نہ ہو سکا۔

علوم ہوئے کہ خداوند تاویل کی کچھ حاجت نہیں آپ اول در بنیاد کہیں کو گویا گمان تھا جو  
تیرے آئینے نظر تھے اور کج گمان تیرے برائے بنا۔ اور پھر یہ بات ہے کہ سچ کو یوسف کا بٹا کہنے کی روگہ ہی صورت دیتے  
تھے۔ یعنی ہر دو آدمی کے کوئی کوئی تیرے کہ تو کھو کا فرار ہے۔ اور اس حال میں سچ خواہ کس طرح  
پیدا ہو۔ وہ کسی یوسف و یوسف کا بٹا کہہ کر دے۔ اور کہہ کر سچ ٹپکی کی بدنامی زندگی کی بات غلطی میں  
صرف اسی بات سے ظاہر ہے بلکہ ایک اور امر کی نسبت جو سچ کی پیدائش کے متعلق ہے غلطی میں پڑے ہوئے  
نہیں تحقیقاً علوم نہ تھا کہ سچ کہاں پیدا ہوا۔ اور اس کے قاصد میں رہنے کے سبب وہ خیال کیا جو یوسف کا  
میں ملتا ہے۔ اگر کوشش کرتے تو ہر سے واضح ہو سکتے تھے۔ یہ کہ یہ سچ سے یا کسی ما سے یا شاگردوں سے اور  
بائیں الخ کے زقروں سے معلوم کر سکتے تھے کہ وہ داؤد کے شہزادہ الخ میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح وہ ایک اعلیٰ فرد  
اور اوت سے واقف تھے۔ اور انہیں راویوں نے نہ صرف ملحق حقیقتوں کا بیان کیا ہے بلکہ انہوں نے خیالوں  
اور انداز میں کج گمانی تیرا بات یہ کہ انہوں کے خیالوں اور غلط فہمیوں میں پناہ ڈبوئے نہیں کی گنجائش ملتی ہے تو انہیں  
بہر معارف و ہر نام حقیقی اور صحیح بیان بہر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ جو اسی کہ کہیں یہ کہ تو سچ کو یوسف کا  
بٹا کہتے تھے وہ جو اسی باتیں نہیں کہ وہ یوسف کا شرعی بیٹا نہ کہ یوسف کے خیمے تھا

حکایت یہ کہ اگر ہم ہر دو آدمی کے کوئی کوئی تیرے کہ تو کھو کا فرار ہے۔ اور اس حال میں سچ خواہ کس طرح  
پیدا ہو۔ وہ کسی یوسف و یوسف کا بٹا کہہ کر دے۔ اور کہہ کر سچ ٹپکی کی بدنامی زندگی کی بات غلطی میں  
صرف اسی بات سے ظاہر ہے بلکہ ایک اور امر کی نسبت جو سچ کی پیدائش کے متعلق ہے غلطی میں پڑے ہوئے  
نہیں تحقیقاً علوم نہ تھا کہ سچ کہاں پیدا ہوا۔ اور اس کے قاصد میں رہنے کے سبب وہ خیال کیا جو یوسف کا  
میں ملتا ہے۔ اگر کوشش کرتے تو ہر سے واضح ہو سکتے تھے۔ یہ کہ یہ سچ سے یا کسی ما سے یا شاگردوں سے اور  
بائیں الخ کے زقروں سے معلوم کر سکتے تھے کہ وہ داؤد کے شہزادہ الخ میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح وہ ایک اعلیٰ فرد  
اور اوت سے واقف تھے۔ اور انہیں راویوں نے نہ صرف ملحق حقیقتوں کا بیان کیا ہے بلکہ انہوں نے خیالوں  
اور انداز میں کج گمانی تیرا بات یہ کہ انہوں کے خیالوں اور غلط فہمیوں میں پناہ ڈبوئے نہیں کی گنجائش ملتی ہے تو انہیں  
بہر معارف و ہر نام حقیقی اور صحیح بیان بہر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ جو اسی کہ کہیں یہ کہ تو سچ کو یوسف کا  
بٹا کہتے تھے وہ جو اسی باتیں نہیں کہ وہ یوسف کا شرعی بیٹا نہ کہ یوسف کے خیمے تھا





یوسف کے خواب سے شہسوار کو یہ کہہ سکے کہ تم جو بنے سے خارج کرنے میں۔ یہ بات بالکل بے قاعدہ اور آپ کا  
 یہ حکم ہے کہ آپ تو انہیں سے اپنے مطلب کے لئے دلیل لاؤ اور ہمیں کہہ دو کہ تم ایسا مت کرو۔ تمہارا حق نہیں کہ تم  
 اپنی دلیل سے دلیل پیش کرو تو بھلا۔ ان کا کیا باطل ہے۔ اگر آپ کو یہ خوف تھا تو نقلی بحث میں ممانعت نہ ڈالتے۔  
 دسویں دلیل۔ صاحب کی یوں تحریر کی ہے کہ ابتدا میں مسیح کے بغیر باپ پیدا ہو سکتا کیونکہ یہی  
 تخیل نہ تھا کہ تخیل کی جو یوں کو بھی ہر کسی اطلاق نہ تھی۔ اور جو الہ پادری۔ چارٹووائس صاحب لکھا ہے۔  
 یہ بات تینوں نہا کہ حضرت عیسیٰ یوسف کے بیٹے ہیں اور انکا منجانب سے طور سے پیدا ہونا مشہور نہیں کیا گیا  
 تھا۔ بلکہ یوسف اور مریم کے دونوں ہی مخفی تھا۔ اگر یہ بات مشہور جاتی تو لوگ اکثر حضرت مریم کو گنہگار کرتے۔  
 اور ان کے اس فقرے سے کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح پہلے امر  
 معلوم ہوا۔ اور بغیر کسی شبہ کے مان لیا گیا۔ اسی وجہ سے یہ بات تھی اور تو تانے پھیل میں داخل کی ہے  
 کسی تائید میں سید محمد نواز علی صاحب جو اب مولوی محمد حسین صاحب کہتے ہیں۔ کہ اگر مولوی صاحب  
 کسی آیت سے یہ ثابت کر دیتے کہ رافضیہ صلیب پہلے ہی لوگ اور جواری انکو بے باپ پیدا ہونا مانتے تھے  
 تو انکا حاشیہ ہیک ہوتا لیکن مولوی صاحب نے کوئی ثبوت ایسا نہیں دیا جس سے معلوم ہو کہ قبل از واقعہ  
 عروج مسیح کی پیدائش بطور عجز کبھی جاتی تھی مگر وہ تہ عروج کے بعد یہ بات نہ معلوم کسی اصل اور منشا  
 غلطی کہ تھا مشہور ہوئی کہ حضرت مسیح خلاف عادت پیدا ہوئے تھے۔

اب اس سے شبہ کہ سید صاحب کی دلیل کا صحیح جواب دیا جاوے۔ سب بات کا اظہار کیا جاتا ہے  
 کہ اگر آپ دونوں صاحب میں بات پر تائید ہو دیں۔ معلوم ہو کہ ہوا مسیح کی پیدائش کے دھیس کا  
 خیال ہو جب آپ کے قول کے کسی کو نہ تھا۔ اور نہ کوئی آیت اسکی نسبت کے ثبوت میں پیش ہو سکتی ہے۔ اسلئے یہ  
 بات عروج مسیح سے بعد کی بناوت ہے۔ یا کسی غلطی پر نہیں ہے۔ مسیح کے ولید معجزات اور تعلیم کا کلام واقعی حقیقت  
 میں کبھی نہ ہو سکتا تھا۔ یہاں پر یہ۔ اور جبے صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ اور نہ انہوں نے اور یہ کہ مسلمان  
 یہودیہ اور آفریقہ کے پادری کہتے ہیں۔ یہ کہ وہ کہہ دے کہ یہ تمام باتیں انہوں نے کہیں۔ اور



بتیرے اس پر ایمان لائے تھے اور جتنے ہزار ہی آئندہ دیکھے گواہ تھے۔ اور جھوٹوں نے قلم بند کیا۔  
یعنی یہ باتیں ایسی باتیں کہ جھوٹے عروج کے بعد کی بات یا ان نہ کہا جاسکے۔

۱۱۔ پہرہ بھانڈا پر پیش کی نسبت بے شک اچھل سے ایسی ہی معلوم ہوتا ہے کہ اول سوائے ترم  
اور یوسف کے آوروں پر پہرہ امر پوشیدہ تھا۔ اور ہم یہ بات ہی مان تھے ہیں۔ اگر ترم یا یوسف اس  
بات کو مشہور کرتے تو لوگ اکثر ترم کو تنگ کرتے کیونکہ عام خیال ایسی پیش سے خلاف تھا۔ اور نہ  
خلاف عادت پیش کی ایک سمجھاتی تھی۔ اور جب ترم اور یوسف کو یہ خوف تھا اور دوسری طرف لوگوں  
کے خیال اور طرح تھے تو ایسے خیالوں کے سبب وہ بہت احم کے دفتر میں یوسف کو بٹھا گیا۔ جس  
خیال کا لوکا ذکر کرنا ہے جب جسے دفتر کا مائیک مسیح کا نسب نامہ لکھے۔ اور اپنی طرف سے پہرہ بٹھا  
کہ یہ خیال کیا تھا۔ اور یہ اس نسب نامہ کو پیش کرتا ہے۔ اور تو کا کہ اس فقرے سے وہ نتیجہ نہیں  
نکلتا جو آپ بتاتے کیونکہ تم کا مادہ فقرہ اس نسب نامہ کے منطبق ہے۔

یاد ہے کہ اگر آپ لوگوں کے خیال سے حق نہیں کہ مسیح یوسف کے ختم سے تھا تو ہم لوگوں  
ایسے خیال یا کوئی کو اس لحاظ سے رد کی سکتے ہیں کہ اس میں محض نئی کوئی کچھ حقیقت نہیں  
کہتی کیونکہ وہ اس محل کے آئندہ دیکھے گواہ تھے۔ وہ ہو سکتے تھے ان لوگوں کی اور آپ کی  
گوئی کا اندر اس میں برابر اور یکساں ہے۔ کیونکہ دونوں کے علم کی بنیاد یہ خیال ہے جو پہرہ  
نیک اس و انہی حقیقت پر۔

اس لئے لازم ہو کہ خدا جو اس ضل کا مال تھا۔ اس کو اپنی دیو سے اور اسے ظاہر کرے  
اگر وہ نام سے غیر اس پر ہے تب کہ مسیح یوسف کا بیٹا ہے۔ نام خدا نے اپنے سے بقیہ کو چھوڑا تھا۔  
جو اس کے خلاف کوئی دیویں۔ اور اس میں اول تو یوسف اور ترم تھے۔ جو وہاں کو غور و رج  
تھی۔ اور ان دونوں کی بات پر دیکھتے تھے اور یہاں سے یہاں سے اس کے خلاف عادت ہے  
پہرہ بٹھا۔ اور یہ ترم اس کے دیکھنے کو۔ اور بات روح فوس سے پہرہ لگی اور دست





نسخہ انبیاء کے پیغمبر لیا ہے جو کہیں کوئی نبی نہیں پھر اس نے جواب میں کہا تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے۔ اسوع نے  
 اسے کہا کہ جسے اور دونوں نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر یہ ظہر کیا (متی باب ۱۲ آیت ۱۷)۔  
 وہ یہ کہ ایک اور جو تو پر جب فریسی جمع تھے اسوع نے ان سے پوچھا کہ تمہارے حق میں تمہارا کیا گمان ہے؟ وہ کہہ  
 گیا ہے کہ وہ بڑے بڑے داؤد کا۔ اسنے ان سے کہا پھر داؤد روح کے بتانے سے کہ کوئی اس سے خداوند کہتا ہے وغیرہ۔  
 پس جب داؤد اسکو خداوند کہتا ہے تو وہ اسکا بیٹا کیونکر ہوا؟ متی باب ۱۲ آیت ۱۸ وغیرہ۔ اب ان دونوں  
 معانوں سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی ان فی سرشت کی نسبت سوال ہے۔ اور پہلے جواب کو مسیح صحیح کہتا ہے  
 اور دوسرے میں اسکو داؤد کا بیٹا اور اسکا خدا کہنا درست ٹھہرایا ہے اور لوگوں کے مروجہ خیال کو دیکھا ہے۔  
 یس بر خیال رہے کہ حواری آسمانی ہوا یہی سن چکے تھے۔ اور یہ یہ مذکورہ شہادت اور ثبوت ہے جسے عروج  
 مسیح سے پہلے ہوا اور انکو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ انہوں نے جو جواب سکے یہ باتیں عروج کیں کہ کسی سکند  
 یوں ہی نہ آیا جو واقع میں پہلے نہ تھا پس ایسے لوگوں کے ذریعہ یہ شکوہ مسیح کی نسبت اس طرح سے نمودار  
 ہے کہ یہ شکوہ کر جاتا زیادہ تر قوی ہے۔ نسبت ان کو جو اس کے جو اسکو یہ ظن تھا کہ جیسا تصور کرتے تھے وہاں  
 ثابت ہو کہ عروج سے پہلے حواریوں کو یہ باتیں معلوم تھیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ثابت ہو چکی تھیں۔

چونکہ پہلے آپ نے یہ تو کہہ دیا کہ یہ بات عروج مسیح کے بعد مشہور ہوئی۔ مگر یہ نہ بتا کہ اس کی نشا  
 غلطی پہنی ہوئی۔ نقطہ یہی بات آپ کی تھی کہ وہی ہر اسی سے معلوم ہو کہ اس بات کا عروج مسیح کے بعد  
 ہوا۔ لیکن مانگنا اگر یہ بات پہلے ہی سے معلوم نہ تھی تھا اسکا یہ کہتا ہے کہ یہ بھی جو عروج ہوا تو  
 حواری مسیح کے نوازی سے نہ باہر پیدا ہو سکا تو غلط اس پر اندازہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ جو دیوں کے وہاں یہ بات  
 خیالی صورت تک ہی نہیں پہنچتی تھی۔ ان میں بن بیاہنا نفرت انگیز تھا اور شکوہ زندگانی کا اثر احوال کس  
 حالت میں بکارت یا سیرت میں اس کا ہونا۔ یہ بات عروج سے پہلے عروج کا تھا۔  
 تھا کہ مسیح کی عروجی شخص ہو گا اور اسکی پیدائش میں فوق العادہ باتوں کا اصل خیال نہ کرتے تھے پس جبکہ  
 وہ ہم اسکو خیال کرتے تھے۔ تو اس میں ایسی باتیں ایجاد ہونی تھیں جس سے عروج مسیح کی پیدائش

حواریوں کو سکھایا تھا۔ جو انکی ذات کا منہ پر ہے پس قاریوں کے سامنے اس کی بنا سچ اور کتب میں چرچہ  
نہ کر یونانی زبان میں ہے۔

یہ سب کچھ بات نہیں کہ یونانی زبان میں لکھنے کے سبب وہی طریقہ ظاہریات کا اختیار  
کیا جو کج رویوں کے مناسب تھا۔ حواری اس میں مناسب کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ اس کے خیالات اس امر میں قائم ہو چکے تھے  
بیشتر اس سے کہ انوں نے یونانی زبان کو سید انجیل ان عیدت اور واقعات کا بنیاد اور انہوں نے نہ صرف  
یونانیوں کے یہودیوں کے لئے ہی لکھا تھا۔ اس لئے اگر مصنف نے یونانیوں کی عقل مناسب بھی نہ دوسرے کو یہودیوں کے  
خیال کے مناسب کرنا پڑا ہوگا اور یوں اس میں اختلاف واقع ہوتا۔ لیکن اس میں تو یہ ہے وہ حواری ہی ایک ہی بات بیان  
کرتے ہیں۔ خواہ یہودیوں کو کہتے ہیں خواہ یونانیوں کو۔ وہ اپنی پاس والی حقیقتوں کو یونانی میں بیان کرتے ہیں۔  
لیکن صاحب آپ نے ان حقیقتوں کو اپنے مطلب کے لئے کبھی بگلیا ہی سے لے کر یونانیوں کے خیال سے تاہم نہیں بدل  
رہے ہو۔ اگر آپ یکن آفر اس حقیقت کی مثال جسکو حواری خدا کا بیٹا کہتے ہیں یونانیوں میں دکھادیں تو آپ اس  
مناسبت سے جو یونانی زبان میں لکھنے کے تصور کی جاتی ہے بڑی ثابت کر سکتے۔ قیاس ہی سے کام نہ چلائے۔ اور حقیقت  
یہ ہے کہ حواری اپنے اپنے خیالوں کو یونانی میں بیان کرتے ہیں یا کہ یونانی کو اپنے خیالوں کے موافق کیا ہے۔ اور  
یونانی لغت میں (۵۵۵) اور (۵۵۶) کا ہنٹھاں کیا مگر خیال اپنا بیان کیا ہے۔ نہ کہ  
یونانی خیال کہ پانچواں بنایا ہے پس یہ غلط بات ہے کہ حواریوں نے جسے تو اس بڑی بڑی لقب سے ملقب کرنا چاہا ہو  
نہایت سے کہ نہ کہ جو کہ انہوں نے یونانیوں کو اپنے خیالات اور واقعات میں لکھا ہے۔

۱۱۵۵۔ حضرت عیسیٰ کی گنتی در کل ایک ہی بات تھی وہ حالت گنتی میں باہم بہ شرت جائز تھی۔  
۱۱۵۶۔ کہتا ہوں کہ یہ حواریوں نے یونانیوں کو اپنے خیالات اور واقعات میں لکھا ہے۔  
۱۱۵۷۔ کہتا ہوں کہ یہ حواریوں نے یونانیوں کو اپنے خیالات اور واقعات میں لکھا ہے۔  
۱۱۵۸۔ کہتا ہوں کہ یہ حواریوں نے یونانیوں کو اپنے خیالات اور واقعات میں لکھا ہے۔





تو سنا چکوں یا کہ ان عوالوں سے صاف ظاہر ہو گئی ہے۔ مگر کسی اور شے کی قسم کا فرق نہیں  
 رکھتا۔ شہادت سے یہ بات ثابت کرتی ہے۔ اور نہ کوئی عقیدہ، رسوم، راسخہ، تسکین، کھانج، مقرر کی جاتی اور نہ کنگنی، مباشرت  
 جائز ہو جاتی تو پس یہ تو شہادت یہودی شہادت کا اصل اصول ہے۔ (۱) کیونکہ شہادت کا اصل اصول ہے جبکہ شہادت نے  
 ہوتی ہے مقرر ہی نہیں کی، دستور کا ایک مخالف ہونا اور شہادت کے بعد مباشرت کرنا جو ہر دینیہ کرنا لیکن حقیقت  
 میں نہ فعل کا شرعاً جائز ہو نہ ارباب میں ہے جب کہ ہر دوستان میں کنگنی بچہ گان کا اصل ہے جو عین شہادت کے مطابق  
 ہے لیکن باعث ہے آبروئی ہے۔ شرعاً وہ فعل مباشرت کو نہ کرنا چاہیے ہے جبکہ شہادت کوئی رسم یا قید مقرر نہیں کرتی۔  
 پتہ کہتے ہو وہ کہہ چاہیے

صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں کہ تو وہ جب کی سائیکل پڑا میں لکھا ہے کہ کنگنی کے شرعاً جائز ہونے کے لئے ضروری تھا  
 کہ وہ شہادت میں ایک پر عمل کیا جاوے۔ (۱) مال یا مال یا چیز حق کنگنی کر کی یا (اگر وہ نابالغ ہو) اسکے باپ کو دیا  
 جائے یا نہ ہو تو میری فکر یہ ہے کہ باپ کو مرد دیتا۔ (۲) مباشرت جبکہ مرد اور عورت دو گواہوں کے سامنے  
 نہ ہو بلکہ خلوت میں چل جاتا ہے۔ مگر وہ محبوب گن جاتا اور مرد و عورت کو ہر دینیہ کی جاتی تھی۔  
 میں واضح ہو کہ کنگنی کے شرعاً جائز یا نہ ہونے کے سے مباشرت کو شہادت میں شرط نہ تھی۔ اسکو ایک طریقہ  
 کنگنی نہ ملاحظہ بات ہے جو کہ یہ ہے اس بات میں جس سے مرد اور عورت کو کسی نہر اور میعاد کے نوراً مشہور ہو جو کہ  
 کنگنی باخبر ہی ہو جاتا ہے۔ اور یہ میعاد جو وہ کنگنی کے تعلقات تھے۔ مگر اس مباشرت کا نتیجہ وہ ہوتا ہے کہ  
 یہودی کنگنی قدرتی ہے نہ شرعی۔ یہ وہ واقعہ ہے کہ کوئی مقرر ہی نہ ہو کنگنی نہ تھی۔ لیکن جب کوئی آدمی کسی عورت  
 کو نہر سے مباشرت کر لیتا ہے۔ اور مردہ مغربی رسم کنگنی کا لیا کرتا تھا تو ان دونوں کی یہ حرکت خود ہی  
 شہادت ہو جاتی ہے کہ وہ مباشرت کا موجب قرار دے گا۔ اور یہ بات وہ ہوگی کہ شہادت سے جو ہر اسے ملک کے چوتھو گئے  
 وہاں وہاں کے شرعاً جائز ہے۔ اور یہ قابل ہر دینیہ گودانی جاتی ہے۔  
 میں نے کنگنی کے شرعاً جائز ہونے کے لئے اس کو کہا کرتے تھے۔ واکر اس پر صبر  
 کرتا تھا۔ یہ بھی شہادت ہے۔ یہ بھی شہادت ہے۔ یہ بھی شہادت ہے۔ یہ بھی شہادت ہے۔











تو ہمارا شہریت اس بات کو ہی مانتی ہے۔ اپنے مباشرت کا شہرہ بھی جی حال بنا چاہیے۔ نہ جیسا آپ فرماتے ہیں۔  
 اسلئے ضرور ہے کہ آپ کا اپنے قول کی تائید میں کہنا کہ اگر مباشرت حالت نسبت میں شہریت ہے تو میں ناچار بددی تو وہ  
 زمانہ مستعمل ہوتی اور اسلئے اسکے لئے شرعی منرا تجویز ہونی مفصل ہے۔ کیونکہ شرعی منرا تجویز ہونی جس حال کہ شہریت منکن  
 کی کوئی رسم تجویز نہیں کرتی۔ بلکہ دروجہ رسوم کو ان تہی ہے۔ درود و دروجہ رسوم مباشرت کو محبوب ہر اتے تھے۔ چونکہ  
 دستورات ملک مباشرت کو محبوب ہر اتے تھے تو شہریت جسے کئے دیگر رسوم کو ان دیا یا انکو قائم رہنے دیا مگر اس عیب کو  
 ضروری غری ہر ادر اس عیب کو جائز کرنا مطلوب تھا تو اسکا صاف ذکر کرتی کہ مباشرت کو حالت منکنی میں عیب  
 مستعمل اور نہ اسلئے کہ کوہ مگر ملا وہ ایک یاد رہے کہ اس مباشرت کا وہ حال ہے جو پہلے اول بیان کیا اور منکنی کی  
 شہرہ نہیں ہے۔

اس میں آپ کی عیب بانو کا جواب دیا گیا ہے۔ مگر اگر صاحب کے سائیکو پڈیا ہے ہی آپ کی باتوں کا  
 جانچا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بحث اسی کی سند پر کی ہے۔ جیسا آپ بار بار کہتے ہیں۔ معلوم ہو کہ ان  
 باتوں کی نسبت اپنے مکرر کر کلام کیلئے۔ وہ اس میں غار دیں۔ مگر جب مولوی محمد حسین صاحب نے کہ کر سائیکو پڈیا  
 میں منکنی کو غلط نہیں کیا اور نہ منکنی کے مباشرت کا جواب دیا ہے اور نہ جو کلام کا ہم سے ہم منکر ہونا بیان کیا ہے۔  
 بلکہ ان عیب بانو کا خلاف ہے تو مولوی صاحب نے اعلیٰ صاحب نے ولادت سچ کے صفحہ ۱۱ پر حاشیہ میں یوں لکھا ہے۔  
 کہ ایک سب صرف یہ ہے کہ بیچارہ سو دیا نہ انگریزی جانتے ہیں نہ تائیل سے وسیع واقفیت حاصل ہے۔ جبکہ حاشیہ  
 کیا گیا ہے وہ نہایت لطیف اور تفصیل کے تہذیب و ذلیل اید و روس آف کراہیت میں بذیل حالات یہود و مرجوحہ  
 مولانا صاحب پر غور فرمادیں تو معلوم ہوگا کہ یہ حاشیہ نہیں متن ہے۔ متنا اعلیٰ صاحب کے اس غلط سے ہی معلوم  
 ہوگا کہ یہ باتیں سائیکو پڈیا کا متن نہیں لیکن کتاب تالیف۔ پڈوروس آف کراہیت کا متن ہیں۔ اس نام کی  
 سب سے حقہ۔ ڈاکٹر منکنی صاحب نے کہ مگر معلوم ہو کہ سائیکو پڈیا کہ وہ اصل کا اسلئے مطالعہ سے گونا  
 خواہش ہے۔







بعد اس بیان کے مصنف لکھتے ہیں کہ گنگنی ضافت کے ساتھ سنا کی جاتی تھی۔ گنگنی اور نوح کے درمیان  
 سنا دہوتی تھی۔ جو بطریق کے زمانہ میں چند روز دیہائیش (۱۵۵: ۲۳) اور سپر کنواریوں کے لئے پورا کیا گیا۔  
 اور یہاں تک کہ ایک ماہ جاتی تھی اس عرصہ میں سنا دہوتی اور میں اپنے رفیقوں کے پاس رہتی تھی۔ اور اس  
 بات پر افسوس ہے اور اس کے آئندہ خور میں ایک رفیق کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ جو اس طلب کے لئے مقرر ہوتا تھا۔  
 جسے دریا کا دوست کہتے تھے (میرزا ۳: ۲۹) اب یہ حقیقت میں اپنے آئندہ شہر کی کج سہیں جاتی تھی۔ اگر  
 یہ وہی شہر کا منور تھا کہ گنگنی نوح کے برابر ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس طرف سے یہ نوحی روت کی سزا کے قابل  
 تھی (میرزا ۳: ۲۴) تو یہی شہر مجاز تھا کہ اسے چوڑے (مقی ۱۹: ۱۰) اور طلاق نامہ لکھ دے اگر وہ  
 عرف نامہ اور نامہ جات (میرزا ۳: ۱۱) سنگیر عورت گنگنی کے بعد اپنی ملکیت کو سوائے بعض حالتوں کے چھوڑ دینا  
 سکتی تھی۔ غرض شادی کا عہد گنگنی سے الیا پورے طور پر ہو جاتا تھا جیسا ہمارے دیہاتوں میں ہوتا ہے کہ یہاں  
 سے نیا لیا جاتا ہے کہ گنگنی اور نوح میں عہد و پیمان کے خلاف سے کچھ فرق نہ تھا۔ مگر دونوں کے دیہات نامہ کی توثیق  
 تھی۔ اور یہ عہد و پیمان اس ملک میں گناہ برتا ہے وہ یہودیوں کی گنگنی میں ہو جاتا ہے اور اس بات کو وہ  
 مانع ہوتے تھے اور یہیں کے رواج میں ہے یہ۔ پھر مصنف نوح کا ذکر کرتے ہیں کہ اسے درمیان قابل مانع  
 یہ ہے کہ کوئی خاص دینی رسوم اس کے متعلق نہ ہے۔ البتہ یہ اہل سنت گنگنی اور اس کے حکام قسم کے ساتھ رہا۔  
 جیہ شریعت ۱۱: ۱۱ اور ملاکی ۲: ۱۴ میں نوح کی طرف بعض شایروں سے معلوم ہوا ہے۔ خصوصاً اس شخص سے  
 میر کہ ہے خدا کے عہد کو جس کا گناہ گناہ کے ساتھ رہا۔ اور کہ ایک حرکت دیکھتی تھی (میرزا ۳: ۱۱)۔  
 اور (میرزا ۱۱: ۱۳) اور بعض وقت والوین کی طرف سے (توبہ ۱۳: ۶) مگر قسم کے حکم کی اہمیت بات

میں تھی اپنے دامن کو اپنے باپ کے گھر سے روکے یا اسکے باپ کے گھر میں لکان کرنے میں۔

۴۵

میرزا کے مصنف نے لکھا کہ یہ رواج ہمارے دیہاتوں میں بھی ہے۔ گھر کے خالق سے یہ

میرزا کے مصنف نے لکھا کہ یہ رواج ہمارے دیہاتوں میں بھی ہے۔ گھر کے خالق سے یہ



نیکو (سببہ باب ۱۰) میں زینت کی چیزوں سے بیان کیا ہے۔ اور ایک شاد دیکھتے تاج یا اسے۔  
 (فزل الفزوات ۱۱: ۳) دوہن اپنے نہیں شادی کے لئے غسل کر کے چھا کر آتی تھی۔ قیوم زمانہ و حال میں یہی  
 ایک ریت تھی چڑی اہوم و اہم کے کچانی تھی۔ بائبل میں لکھا ہے اس قدر ہوتا ہے کہ عام لفظ میں نہ آیا (دوسرے  
 ۳: ۳۔ قریش ۴۴ بات ۴۔ نائے نسیر ۵: ۲۹۔ ۲۷) لیکن یہ مقام اسکی تداوت کو ثابت کرتے ہیں اور بتا دیتے ہیں  
 کہ اس کشتہ کی حرف اشا وہ ہے۔ دوہن کی پوشاک کی خصوصیت برقع میں تھی جو نہ صرف چہرے بلکہ سارے  
 جسم کو ڈھانپتا تھا (پیدائش ۲۲: ۵ و ۶۔ ۲۸: ۳۴ و ۱۵) اس سے اسکا شوہر کے طبع ہونا چھایا جاتا تھا۔ وہ  
 ایک خاص قسم کا کرندہ تھی جسے کوئی دوہن نہ پہنتی تھی (یہی ۲: ۲۲) لکھے سر پر سیاہی لانا چھایا جاتا تھا  
 اور وہ دوہن کو یہ شخص کرنے والا تھا کہ میرا لفظ کلاہ منبے دوہن اس سے نکلا دیرہ جیکہ تقرری گہر  
 پہنچتی تھی جو کہ آئینہ کے بعد پہنتی تھی۔ تو وہ ظاہر باتوں کے ساتھ اپنے گہر سے نکلتا تھا۔ (انقضات ۱۱: ۱۱  
 رومی ۱۵: ۹) چھٹے آگے آگے جانے اور گانے دے چتے تھے (پیدائش ۲۱: ۲۰۔ یہ نیا ۴: ۲۲۔ اور  
 ۹: ۱۔ رول سکائیر ۹: ۳۹) اور شعلوں والے کٹے ہوئے ہوتے تھے (۲ ایڈاس ۱۰: ۲۵۔ ۲۵: ۲۵)  
 یہی ۲۵: ۱۰) دوہن کے گہر پہنچ کر اپنی سبیلوں کے ساتھ شرق سے اسکی انتظار کی کرتی تھی۔ یہی  
 رات کو اپنے یا اپنے باپ کے گھر جاتا تھا کوئی دیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر گنتی دے تول زرا اور ہنس  
 دیرہ دہرائے جاتے تھے۔ مگر حرف دوہن کو گہرے جانے کا یہ دستور تھا۔ اور یہی لانا تھا۔ (دیکھو سن چھا  
 کی آپس دکھائی لفظ تیرے۔ زعفر)

### دفعہ ۵۔ متفرق باتوں کے بیان میں۔

یہ دفعہ ۵ میں شش درجہ کے ایک ہی پوچھی جید و بیان کی ہے کہ چاند پہلے کے وقت  
 پہنچتا ہے۔ یہی ۲۵: ۱۰) دوہن کے گہر پہنچ کر اپنی سبیلوں کے ساتھ شرق سے اسکی انتظار کی کرتی تھی۔ یہی  
 رات کو اپنے یا اپنے باپ کے گھر جاتا تھا کوئی دیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر گنتی دے تول زرا اور ہنس  
 دیرہ دہرائے جاتے تھے۔ مگر حرف دوہن کو گہرے جانے کا یہ دستور تھا۔ اور یہی لانا تھا۔ (دیکھو سن چھا  
 کی آپس دکھائی لفظ تیرے۔ زعفر)









اس نبوت میں نبی کے پیش نظر یہ بات تھی۔ جو اُن کے نہ فقط آخر تک داؤد کے خاندان سے بیان کی کہ خداوند  
تجدید پر اوتیرے لوگوں اور میرے باپ کے گھرنے پر ایسے ایام لاؤں گا کہ اُن دن سے جب افواج ہم جو وہاں سے  
جدا ہو آج تک کسی نہ لایا۔ یعنی خدا اس کو تو غیرہ و غیرہ۔ بائیں آیت نے وغیرہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی اور  
کی سلطنت اور اُن کے گراؤ کو تو شاہرو و کیمیل ہے۔ بائیں آیت اور قرین کی مخالفت سے کہیں سخت مخالفت کا بیان  
کرتا ہے۔ یہود کی سلطنت کی وہ روح سے نہ حالت و کیمیل ہے۔ اور بیان کرتا ہے کہ داؤد کے تخت پر کوئی بیٹے  
والہ۔ بیگنا پس تو نبوت کا یہ حقیقت آخر اور داؤد کے خاندان کے لئے نہایت غم کا باعث تھا۔ یہ سلطنت کی  
ہستی کی نسبت تھا۔ اور اُن کی بات تھی دنیا نبوت کا علی مقصد تھا۔ اور یہود میں نبوت کے وہ قتل آخری  
کے وہ ان میں سے ہو گیا۔ پے در پے بیٹا گیا۔ یہاں تک کہ داؤد کا شاہی خاندان سلطنت سے بالکل محروم  
ہوا۔ یہی ان باتوں کی آیت تھی کہ جو مدت دراز کے بعد ترجیح میں آتے والی ہیں مٹی کہتا ہے۔ چلتا ہے کہ  
وہ کنواری کا لڑکا کیسا گھما۔ یعنی ہمارے لئے ایک لڑکا تو رہتا ہوگا اور ہر ایک بیٹا بنتا گیا۔ اور سلطنت اُن کے گاہے  
پر لوگ۔ اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب و غریب۔ خدا نے قادر۔ آدیت کا باب یہاں مٹی کا شہر لہو۔ لکھی  
سلطنت کے اقبال اور نبوت کی چپ آواز ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر ازاد کی سلطنت پر آج سے یکے ایک  
بزدلت کر گیا۔ اور مدت اور صداقت سے اُسے قیام بخشا۔ رب الانوار کی پیروی یہ ہوگی۔ (باب ۵  
آیت ۶) اب آپ مانتے ہیں کہ بائیں آیت ۱۳ اور بائیں آیت ۱۶ کے کا بیان ایک ہی شخص کی طرف ہے۔  
کہ کہ آپ بائیں آیت ۱۳ کی نبوت کی تکمیل تھی۔ نبوت میں بائیں آیت ۱۳ اور بائیں آیت ۱۶ سے نہایت کرنی  
چاہی ہے اور اس سے یہ بھی حاصل ہے کہ آپ یہاں کے بیٹے کو جو اسکی تہ سے ہم بہتری پر پیدا ہوا اسکی شخص  
ماننے میں ہی نہیں سمجھتے ہیں جسکا بائیں آیت ۱۶ وہ میں نہ کہ ہو۔ اب اسکا کیا ثبوت ہے کہ میں مشیر خدا کے  
قادر ہیں کا باب میں کا شہزادہ عیساہ بنی کہ پڑے کے نام اور حق میں جو اُن کے لئے نعمت کی تھی یہ  
پیدا ہوا کہ اور اُن کی سلطنت کا وہ مالک ہوا۔ اُن کی سلطنت کی اقبال کی انتہاء نہ تھی اور وہ نہ لایا  
کہ عیساہ بنی کہ پڑے کے لئے۔ اور ملک پر نہ نسبت کیا۔ لکھا وہاں کی طرف تہا کہ اجاڑے۔







یہاں ہے ہی آپکا مخلص محافظ و حقوق ظاہر ہے۔ کیونکہ گنہگاروں کو پڑا میں علماء کی نسبت گھسے فی ہم  
 مارچکے مشن برگ اور پروفیسر رائن من کی رائو نگاریوں کا ایک بے جنس سے آپ نے اپنے مطلب کی رائے کو  
 پیش کر دیا ہے یعنی پروفیسر رائن من صاحب کی رائے وہی ہے جو آپنے نقل کی ہے۔ مگر گنہگاروں کی رائے  
 چوڑی کہ گنہگاروں میں علماء ہر شے فرسکوہ و عورت پر بولا جاتا ہے۔ اور گھسے فی ہم اس کے لئے گنہگاروں کی رائے اور گنہ  
 گاروں کی رائے درود کو ناری کا جوڑ دیکر عکس کی ہو جاتا ہے۔ پس اگرچہ پروفیسر رائن من اور آپ اپنے جیسے  
 بموجب ہر کے لفظ پارتے نامس (παρθενος) سے دوہیں یا نو گنہگاروں سے جیسے ہیں۔ لیکن جس  
 حقیقت کے یونانی ترجمہ میں اس کے یہ سننے نہیں ہیں۔ چنانچہ یونانی ترجمہ میں لفظ علماء کو سات سو اضعاف میں سے صرف  
 دوہی میں لفظ παρθενος پارتے نامس سے ترجمہ کیا ہے یعنی پیدائش باب ۲۲ آیت ۲۲ اور یہ عیاہ  
 باب ۲۲ آیت ۲۲ اب انہی دونوں متاعوں کا متبادل کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پارتے نامس کے کیا معنی ہیں۔  
 اور مترجموں کا اس سے کیا مطلب ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ معلوم کر دیکر پیدائش ۲۲:۲۲ میں خبری لفظ بیہولہ کا  
 ترجمہ پارتے نامس کیا ہے۔ آخر یہی ایک جو فرج ۲۲:۲۲ پس ان مقامات کے آثار مقدم اند کر کے ساتھ مقابلہ  
 کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد متین میں پارتے نامس اور لفظ عاہ کا ترجمہ ہے۔ لیکن کنواری کے معنی کہتا ہے۔ جو  
 رے کو نہ جاتی ہو۔ یعنی جو عمر کی سند پر نکاح کر لے علماء کے معنی دوہوں یا نو گنہگاروں سے عہد متین کے مترجم نہیں  
 جیسے ہر مترجم صاحب کے لئے معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن کنواری کے معنی جو میں لفظ کا قایم دیکھ کر تو اس سے  
 پہچان ہو کہ یہ عیاہ کی نسبت ہے۔ عہد کے معنی دوہیں یا نو گنہگاروں کا ترجمہ ہے۔ لیکن عہد متین کے معنی  
 کہ جو نہ جاتی ہو۔ یعنی جو عمر کی سند پر نکاح کر لے علماء کے معنی دوہوں یا نو گنہگاروں سے عہد متین کے مترجم نہیں  
 جیسے ہر مترجم صاحب کے لئے معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن کنواری کے معنی جو میں لفظ کا قایم دیکھ کر تو اس سے

— 2 —

خجسته یزدی، محمد - ریاسته ایمنی توپخانه و از عواید حکومتی که بکلی از دستش می رفته است

پاکستان کے لیے ایک نیا دور کا آغاز ہے۔

کنواری ہتی اور مرد کو نہ جانتی تھی۔ اور اسکے ثبوت میں لیسیرا ۱: ۱۰ میں اکا حوالہ دیا ہے۔ جہاں علماء سنگت پر لکھتے ہیں کہ وہ صرف نہیں ہوا۔ اور حواری خود ہی پارتے تھے ناس کو اس بات سے موصوف کیا ہے کہ وہ مرد کو نہ جانتی تھی۔ اور ہی مذکور کے لئے ہیں۔

پہر ان مقامات کا مقابلہ کرنے سے ہمیں لفظ علماء واقع ہو رہے اس لفظ کے اعلیٰ معنی میں ہو سکتے ہیں۔ اور وہ کل موانع مہمہ ہیں۔

پیدائش ۴: ۲۲: ۲۳ اور ایسا ہو کہ جب کنواری (علاء) پانی بہرنے لگے تھے۔ جہاں اُن کی لڑکی پر لفظ علماء بولا گیا ہے جو اُس وقت نہ سنگت تھی نہ سنگت اور نہ نو سنگت۔ اور کسی نسبت آیت میں کہا گیا ہے کہ وہ چوکر کی کنواری تھی اور مرد سے ناواقف۔

خروج ۵: ۸۔ وہ چوکر کی تھی اور لڑکی کے کاکو بلایا۔ یہ لڑکی فرعون کی بیٹی کی کنواری اور نہ تھی تھی یا چوکر کی۔ اور اس پر لفظ علماء بولا گیا ہے۔

تیسرا ۸: ۲۵۔ اور کنواریاں اسکے درمیان دف بھائی جاتیاں تھیں یہاں انکی سنگت حالت کا کچھ ذکر نہیں۔

اشمال ۱۰: ۱۹۔ اور مرد کی روش جو کنواری کے ساتھ ہے۔ یہاں بھی مرد کی روش سے پہلے وہ کنواری اور انکی اُنکی حالت سے مراد ہے۔

نزل المغزلات ۱: ۱۰۔ اس واسطے کنواریاں تجھ پر عاشق ہیں۔ یہاں بھی محض کنواریاں سے مراد ہے اگر سنگت ہوں تو وہ مرد سے پر عاشق ہو گئے ہوں گے۔

غزل الغزوات ۱: ۸۔ ساتھ بگھر اٹھی ہیں اور یہ سنگت کنواریاں پر ہے۔ یہاں سے مراد کنواریاں سے مراد ہے۔

لیسیرا ۱: ۱۰۔ وہ کنواری حاملہ ہوگی۔ اور یہاں بھی بولا جاتا ہے کہ وہ سنگت پر لکھتے ہیں کہ وہ صرف نہیں کیا گیا۔



ان مقامات سے ظاہر ہے کہ عربی لفظ علماء مطلق بکثرت کے لئے کہتا ہے۔ اور اسکو نو سٹوہ یا دہین کے لئے لگانا عربی زبان کے برخلاف ہے۔ اور حدیث کے مخالف ہے۔ اور اگر تسمیہ صاحب کی بائبل گذشتہ میں اس لفظ کی نسبت بیان ہے کہ لفظ علماء مثل تبتولا کے جو بکثرت کو صاف اور صحیح ظاہر کرتا ہے کبھی دہین یا مکتیر زہ کے لئے نہیں بولا گیا ہے۔ اور کہ علماء اور تبتولا ایک دوسری جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ جدید پیشہ ۱۹۰۷ء (۱۳۲۶ھ) مناسب ہے کہ جب لفظی معنوں کی تحقیق کریں تو دو گروں کے خیالوں کی طرف کم مایل ہوں اور یہی اس حال میں جب معنی تحقیق کرنے کی توی اسناد موجود ہوں اور ظاہر ہو کہ نو سٹوہ اور دہین علماء کے معطوفات سے ہی نہ تھے۔ اور لفظی معنوں کا تو کیا ذکر۔

۲۔ قولہ علاوہ ازیں حضرت جیسے کا نام عانویل نہیں کہا گیا جیسا کہ ثنارت میں مذکور ہے اور نہ کوئی اور ایسا نام کہا گیا جو عانویل کا ہم معنی ہو۔ اسلئے یہ ثنارت ولادت تسبیح کی نہیں ہے۔ واضح ہو کہ یہ بات اس ثنارت کو تسبیح پر ہے نہیں مانتی کہ چونکہ تسبیح کا نام تسبیح رکھا جانا اسکا عانویل پر مشورہ شامل کرتے ہیں۔ کیونکہ نجات دہندہ بدون عانویل یعنی خدا ہمارے ساتھ ہونے کے بغیر ہو سکتا تھا۔ نام تسبیح اسکا کام کے مطابق ہے اور عانویل اسکی ذات یا شرکت کے۔ اور انیل سے خوب واضح ہے کہ کیوں حقیقت میں عانویل تھا۔ یعنی وہ حقیقت جو لفظ عانویل سے بیان ہوتی ہے تسبیح میں تھی۔ چنانچہ وہ کلید ابتدا میں تھا اور خدا کے ساتھ اور خدا تھا مجسم ہوا۔ یا یوں کہیں کہ وہ جسم اسکا لئے ظہار کیا گیا اور ہمارے درمیان رہا۔ (دریحا ۱۹۰۷ء) اس سے عانویل کے معنی صاف ادا ہوتے ہیں۔

اور اگر آپ کو اس بات کا جو اپنے پیش کی ہے کچھ بھاننا ہو لینے کچھ زور دیتے ہو تو جو بات یہ ہے جو تھے عانویل کے شائق ثنارتی تھی وہ تسبیح طے پر قائم کی گئی۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ بزرگ ہو گا اور خدا توفیق کا کیا ہو گا۔ اور خدا اور خدا اسکا پیدا تھا کہ اسکا تخت اُس کا تھا۔ اور وہ اسکو قرب کے کرنے کی یاد دہانت ہے کہ اور اسکی یاد دہانت آخر ہو گئی۔ (لوکا ۱۰: ۱۳-۱۲) پس وہ ثنارت تسبیح ہی کے معنی میں ہے اور اسکا برخلاف مخالف ہے۔

۴۔ قولہ۔ تھی نہ بشارت کے باب میں خصوصاً وہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ باب آیت میں لکھا ہے کہ در وصف مسیح (ناضرہ نام ایک شہر میں آبا تار جو نبیوں کی طرف سے کہا گیا تھا کہ وہ ناصری کہا جائے گا پر اس پر حالانکہ کسی نبی نے عہد میں یہ پیش گوئی نہیں کی اور تھی سے ضرور یہاں سبب ہوا ہے۔  
 ذرہ خیال کر صاحب کو تھی نہ کنواری کے معاملہ ہو سکی بشارت کے اقتباس میں تو غلطی نہیں کی بلکہ اس نثر کا پورا پورا ثبوت ہے اور تھی کی عبارت اور اس نثر میں پوری موافقت موجود ہے۔ ہوا کو غلط بتلایا گئے تھی باب آیت ۴ کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

مگر آپ کا تھی پر سبب کا حرف دہرا کہ مسیح کے ناصری کہانے کی کسی نبی نے خبر نہیں دی تھی اور تھی نہیں۔  
 آپ پر غور فرمادیں۔ تو معلوم ہو گا کہ تھی کا کیا مطلب ہے۔ وہ کہہ کر کہ تھی کسی خاص نبی سے اقتباس نہیں کرتا لیکن نہیں کے بیان کی طرف اشارہ ہے۔ اور حواری انبیوں لکھا ہے۔ جنہوں نے اسکی ناصری حالت کو بیان کیا ہے۔ یعنی جتنے اقسام بیان کا یہ ایک خلاصہ ہے۔ چنانچہ یہ بیان تھی نے بیان کیا تھا۔ کہ وہ آدمی میں یہ نہایت ذیل اور حقیقہ ہے۔ اور وہی دیکھو وہ آدمی کا بیان۔ زبور ۴۲: ۶ اور چونکہ ناصرت ایک حقیر جگہ تھی۔ یہاں تک کہ گلیل قبیلہ اور علاقوں کے یہودی کہتے اور حقیر جانتے تھے۔ وہ بھی اپنی اس تبتی کو حق سمجھتے تھے۔ تھی کہ شہر ہو چکی تھی کہ ناصرت کے وہاں بھی حقیر نہیں لگ سکتی۔ لہذا لہذا اس تبتی کی سکونت کے حواری نے نہیں کے بیان کو غلط ناصری سے بیان کیا۔ اور نبیوں کے اقسام بیان کو ایک خلاصہ میں بیان کرنا اور حوالہ دینا بھی ظاہر ہے۔ دیکھو یہ صلوہ ۳۸: ۶ جو کوئی مجید پر ایمان لاتا ہے اسکے بدل سے جیسا کتاب تھی ہے حقیقی پانی کی نیاں جاری ہو گئی۔ متاثر ہو چکی ۴: ۱۴ یسعیاہ ۴۴: ۳ اور ۴۵: ۱۱ اور ۴۸: ۱۰ وغیرہ وغیرہ۔ اور یعقوب کا غلط ۵: ۵۔ یاتم گمان کرتے ہو کہ کتاب عیث کہتی ہے۔ وہ روح جو ہم میں تھی ہے۔ رشک کے وہ کہتے بھی ہم پر غضب ہے۔

پس اپنے خواہش سے اپنی سے حوالے دیکھو کی تھی۔ مگر ان کا حوالہ اس کے وہ حوالہ ہے۔  
 وہ بنے اپنی سے ہوا پر نظر کرنا اسے کی ہے کہ اول تو انچہ اس پر بحث کی ہے خود غلطی ہوئی ہے۔



دوم اور تیسرے کے بغیر ایک ایسی بات ہے کہ کوئی آفریناں ایسے توی ثبوت اپنی صداقت کے نہیں رکھتی۔  
 جیسے ان کے لئے موجود ہیں۔ اور تیسری بات کہ جسے کہہ جائے اور ذکر نہ کیا اور وہ اسکا الہامی ہونا ہے۔ جو اس کے  
 مضامین کو صحیح اور درست بنا ہے لیکن یہ سوچنا کہ ہمارے پوری صاحب الہام سے خوف کہتا ہے گویا ہوا ہے  
 اسکو درمیان نہ لائے۔ اور باوجود اس کے سچ کی ولادت فوق العادہ ایک واقعی اور یقینی امر ثابت ہوا۔  
 عقل کل اور بوجہ عقل کے پھر کمال غلطیاں کرنا اور ناقص ہونا۔ دہو کے دینا اور دھوکے  
 کہنا۔ بعض امور میں بے علم رہنا اور بعض کی نسبت ناتوان۔ وہ باتیں ہیں جنہوں نے قانون قدرت میں خدا  
 کی اعلیٰ و برتری قدرت کو دخل دیا۔ اور خدا کی قدرت جسے قوانین قدرت میں دخل دیا وہ قصیدہ ہے۔  
 اور خدا کی قدرت کی شان اور ذکر کو قانون قدرت سے کم یا ناقص نہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ قدرت محبت  
 سے پُر اور ہر ایک کی نجات کے لئے ہے۔ لاکھام خداوندیوں کے سچ اپنی ولادت میں کرامت میں۔ نصیحت میں۔  
 قیامت میں سموت میں اور برصغرت میں ماں زندگی کی طرقت اور حقیقت میں خدا کی قدرت ہے۔ وہ ایک  
 مانوق العادہ ماہین العادہ ہے۔



تیسرا واضح ہو کہ کوئی صاحب طبع بلا اجازت مصنف کتاب خدا کے چاہنے کا قصد نہ کرے۔  
 انصاف و رحمت  
 یاد رکھو کہ اس کتاب کا مقصد ہے۔